24

سینما اور گانا بجانا شیطان کے ہتھیار ہیں جن سے وہ لوگوں کو ورغلاتا ہے

تاریخ بتاتی ہے کہ اکثر مسلمان حکومتیں محض گانے بجانے کے شوق کی وجہ سے ہی تباہ و برباد ہوئیں

(فرمودہ 29/اگست 1958ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے قرآن کریم کی درج ذیل آیت کی تلاوت فرمائی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۔1

اس کے بعد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں مومنوں کو ہدایت دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ اے مومنو! تم شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ گانا بجانا اور باجے وغیرہ یہ سب شیطان کے ذرائع ہیں جن سے وہ لوگوں کو بہکاتا ہے۔2 پس عیاشی کے تمام سامان اور باجے اور گانا بجانا شیطان کے ہتھیار ہیں جن سے وہ لوگوں کو ورغلایا کرتا ہے۔ اسی لیے میں نے جماعت کو ہدایت کی تھی کہ سینما نہ دیکھا کرو کیونکہ اس میں بھی گانا بجانا ہوتا ہے۔ پہلے یہ چیز تھیئٹر میں ہوا کرتی

تھیں لیکن جب سے ٹاکی نکل آئی ہے سینما میں بھی یہ چیزیں آ گئی ہیں بلکہ اس سے زیادہ بڑے پیمانہ پر آئی ہیں کیونکہ تھیئٹر کا صرف ایک شو ہوتا تھا جس میں بڑے بڑے ماہرین کو بلانا بہت بڑے اخراجات کا متقاضی ہوتا تھا جس کو وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اور پھر ایک شو صرف ایک ہی جگہ دکھایا جا سکتا تھا مگر اَب ایک شو سے ہزاروں فلمیں تیار کر کے سارے ملک میں پھیلا دی جاتی ہیں اور بڑے بڑے ماہرِفن گویوں کو بلایا جاتا ہے۔ اِس لیے تھیئٹر سے سینما کا ضرر بہت زیادہ ہوتا ہے۔

چند دن ہوئے مجھے ملتان سے ایک دوست کا خط آیا ہے کہ احمدی نوجوانوں میں سینما دیکھنے کا رواج پھر بڑھتا چلا جاتا ہے اس لیے ضرورت ہے کہ اس کی روک تھام کی جائے۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ یہ نوجوان اتنے جاہل کیوں ہو گئے کہ انہیں اپنی تاریخ کا بھی پتا نہیں۔ اگر وہ پڑھے لکھے ہوتے اور انہیں تاریخ سے ذرا بھی واقفیت ہوتی تو انہیں معلوم ہوتا کہ بغداد بھی گانے بجانے سے تباہ ہوا ہے۔ جب ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کیا تو بادشاہ کی اُس وقت یہی آواز آتی تھی کہ گانے والیوں کو بلاؤ، گانے والیوں کو بلاؤ، بغداد پر کوئی حملہ نہیں کر سکتا۔ جو حملہ کرے گا وہ خود تباہ ہو جائے گا۔ لیکن جب اُس سے کچھ نہ ہو سکا تو ہلاکو نے اپنا ایک آدمی اُس کے پاس بھجوایا اور کہا کہ مجھے آ کر ملو۔ مستعصم باللہ جو بغداد کا آخری بادشاہ تھا وہ ہلاکو کے اس پیغام پر اسے ملنے کے لیے گیا۔ ہلاکو خان نے اُس کے پہنچتے ہی حکم دے دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ پھر اُس نے اس کے ولی عہد کو مار ڈالا اور اس کے بعد بغداد پر حملہ کر کے اٹھارہ لاکھ آدمی ایک دن میں قتل کر دیئے اور شاہی خاندان کے جو افراد وہاں تھے اُس میں سے کوئی ایک فرد بھی نہ چھوڑا سب کو ہلاک کر دیا تا کہ آئندہ تخت کا کوئی دعویدار کھڑا نہ ہو۔ غرض خلافت عباسیہ تباہ ہوئی تو گانے بجانے کی وجہ سے۔ اِسی طرح مغل تباہ ہوئے تو گانے بجانے کی وجہ سے، محمد شاہ رنگیلے کو ''رنگیلا'' کیوں کہا جاتا ہے؟ اِسی لیے کہ وہ گانے بجانے کا بہت شوقین تھا۔ بہادر شاہ جو ہندوستان کا آخری مغل بادشاہ تھا وہ بھی اِسی گانے بجانے کی وجہ سے تباہ ہوا۔ انگریزوں کی فوجیں کلکتہ سے بڑھ رہی تھیں، الٰہ آباد سے بڑھ رہی تھیں، کان پور سے بڑھ رہی تھیں، میرٹھ سے بڑھ رہی تھیں، سہارنپور سے بڑھ رہی تھیں اور بادشاہ کے حضور گانا بجانا ہو رہا تھا۔ آخر انہوں نے اس کے بارہ بیٹوں کے سر کاٹ کر اور خوان میں لگا کر اُس کی طرف بھیجے کہ یہ آپ کا تحفہ ہے۔ کسی کا ایک بیٹا مر جاتا ہے تو وہ رو رو کر آسمان سر پر اُٹھا لیتا ہے مگر بہادر شاہ کے بارہ بیٹوں کے سر کاٹ کر اُس کی طرف بھیجے

گئے۔ اُس نے درخواست دی تھی کہ میرا وظیفہ بڑھایا جائے۔ انگریزوں نے اس کے بارہ بیٹوں کے سر کاٹ کر اور خوان میں لگا کر اس کی طرف بھیج دیئے اور ساتھ ہی کہلا بھیجا کہ یہ آپ کا بڑھا ہوا وظیفہ ہے۔

غرض تمام تباہی جو مسلمانوں پر آئی زیادہ تر گانے بجانے کی وجہ سے ہی آئی ہے۔ اندلس کی حکومت گانے بجانے کی وجہ سے تباہ ہوئی، مصر کی حکومت گانے بجانے کی وجہ سے تباہ ہوئی۔ مصر پر صلاح الدین ایوبی نے حملہ کیا تو فاطمی بادشاہ اُس وقت گانے بجانے میں ہی مشغول تھا۔

خدا نے مسلمانوں کو معزز بنایا تھا مگر نہ معلوم وہ میراثی کب سے بن گئے؟ ہر ایک کو شوق ہے کہ میراثی بن جاؤں حالانکہ ان میں سے کوئی مغل ہے، کوئی پٹھان ہے، کوئی سید ہے اور کوئی کسی اَور معزّز قوم سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر تمہیں میراثی بننے کا ہی شوق تھا تو تمہیں چاہیے تھا کہ تم میراثیوں کے گھروں میں پیدا ہو جاتے مگر ایک طرف تو یہ کیفیت ہے کہ ہر شخص کو میراثی بننے کا شوق ہے اور دوسری طرف یہ حالت ہے کہ ذرا کسی سے کہہ دو کہ فلاں میراثی کی لڑکی سے شادی کر لو تو وہ لڑنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے کہ کیا تم مجھے میراثی سمجھتے ہو؟ مگر بازار میں سے گزرتے ہوئے وہ وہی سُریں لگاتا ہے جو میراثی لگایا کرتے ہیں اُس کا بیٹا بھی وہی سُریں لگاتا ہے جو میراثی لگایا کرتے ہیں۔ اور اِس کی وہ کوئی پروا نہیں کرتا۔ غرض وہ آپ میراثی بنتا ہے، اُس کے بچے میراثی بنتے ہیں، اُس کی بیوی میراثن بنتی ہے لیکن اگر کہا جائے کہ فلاں میراثی کا رشتہ لے لو تو وہ بُرا مناتا ہے۔ گویا اپنی بیوی کو میراثن بنانے میں تو وہ کوئی حرج نہیں سمجھتا، اپنے بچوں کو میراثی بنانے میں وہ کوئی حرج نہیں سمجھتا، اِسی طرح آپ میراثی بننے میں وہ کوئی حرج نہیں سمجھتا لیکن میراثی کو لڑکی دینے یا اُس کی لڑکی لے لینے میں بڑی ذلّت محسوس کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کے متعلق بڑا بھاری سبق دیا تھا مگر افسوس ہے کہ انہوں نے پھر بھی نصیحت حاصل نہ کی۔ دلّی کی تباہی اِس کی وجہ سے ہوئی، بغداد کی تباہی اس کی وجہ سے ہوئی، مصر کی تباہی اِس کی وجہ سے ہوئی، اندلس کی تباہی اس کی وجہ سے ہوئی اور یا تو وہ سارا ملک مسلمانوں کا تھا اور یا آج ایک ہی مسجد جو وہاں باقی ہے عیسائی اُس کو بھی گرانے کی فکر میں ہیں۔ غرض مسلمانوں پر انتہا درجہ کا ظلم ہوا مگر اب بھی انہیں یہی شوق ہے کہ سینما دیکھیں اور گانا بجانا سنیں۔ وہ ایک دوسرے سے کہیں گے

کہ بڑا اچھا سینما آ گیا ہے۔ جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنے ہوتے ہیں کہ بڑا اچھا میراثی آ گیا ہے۔ غرض مسلمان برابر عیش و طرب میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی خدا تعالیٰ نے اِس بات سے ڈرایا تھا اور فرمایا تھا کہ یَاْتِیْ عَلَیْکَ زَمَنٌ کَمَثَلِ زَمَنِ مُوْسٰی 3 یعنی تجھ پر بھی ویسا ہی زمانہ آنے والا ہے جیسے موسیٰؑ پر آیا تھا۔ عام طور پر اِس کے یہ معنے سمجھے جاتے ہیں کہ جس طرح موسوی قوم کو فرعونی مظالم کا مقابلہ کرنا پڑا اُسی طرح جماعت احمدیہ کو بھی مختلف ابتلاؤں میں سے گزرنا پڑے گا۔ لیکن ایک اَور بات جس کی طرف اس الہام میں اشارہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ یہودی مرد اور یہودی عورتیں ناچنے گانے میں بڑی مشہور ہیں۔ پس اِس الہام میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ تیری قوم پر بھی ایک ایسا ہی زمانہ آنے والا ہے یعنی وہ بھی اپنے اصل فرض کو بھول کر گانے بجانے کی طرف توجہ کر لیں گی۔

میں تو سمجھتا ہوں کہ اگر تاریخ کی گواہی سے بھی کسی قوم کو ہوش نہیں آتا اور وہ اسی راستہ پر قدم مارتی جاتی ہے جس پر چل کر پہلے لوگ ہلاک ہوئے تو اس قوم کا مرجانا اس کی زندگی سے بہتر ہوتا ہے۔ میرے نزدیک ملتان کے سیکرٹری کو جس نے یہ چٹھی لکھی ہے مجھے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اُسے چاہیے تھا کہ ساری جماعت کے سامنے مسجد میں اس نوجوان کو کھڑا کرتا اور اُسے کہتا کہ وہ سب لوگوں کے سامنے یہ الفاظ کہے کہ میں اپنے اس فعل سے ساری جماعت کو تباہ کر دوں گا، میں احمدیت کو مٹا دوں گا کیونکہ جو کام میں کر رہا ہوں اس سے میں بھی مٹوں گا اور احمدیت بھی مٹے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک خبیث سے خبیث منافق بھی یہ الفاظ کہنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ صرف یہی ہو سکتا ہے کہ وہ جماعت سے اپنی علیحدگی کا اعلان کر دے۔ لیکن ایسا شخص جماعت سے جتنی جلدی نکل جائے اُتنا ہی اچھا ہے اور اُس کے نکلنے سے ہمیں کوئی نقصان نہیں ہوگا بلکہ ہماری ترقی ہی ہوگی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اِسی غلطی میں مبتلا رہے کہ میں اپنے ہاتھ سے مسلمانوں کو کس طرح سزا دوں حالانکہ سوال یہ ہے کہ جب مسلمان دوسرے مسلمانوں کو مارنے کے لیے کھڑے ہو جائیں تو وہ مسلمان ہی کب رہتے ہیں کہ اُن کو سزا دینے میں ہچکچاہٹ محسوس کی جائے۔ میں تو سمجھتا ہوں اگر حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں مروان کو مروا دیا جاتا اور عبداللہ بن سبا کو مروا دیا جاتا تو یہ فتنہ ہی دب جاتا۔ مروان یوں خبیثُ الفطرت آدمی نہیں تھا لیکن جب اُس کی وجہ سے دوسرے مسلمان مارے جا رہے

تھے تو اگر اُس کی گردن اُڑا دی جاتی تو اِس میں کیا حرج تھا۔ اِسی طرح عبداللہ بن سبا سارے کوفہ اور مصر اور بصرہ میں فساد برپا کر رہا تھا مگر اُس کی گردن نہیں اُڑائی گئی۔ گردن اُڑائی گئی تو حضرت عثمانؓ کی اُڑائی گئی جو خدا تعالیٰ کے خلیفہ تھے۔ اگر مروان اور عبداللہ بن سبا کی گردنیں اُڑا دی جاتیں تو نہ حضرت علیؓ کا واقعہ ہوتا اور نہ امام حسینؓ کی شہادت ہوتی۔

پس ایسے لوگ اگر الگ ہو جائیں گے تو ہمارے لیے اس میں کوئی حرج نہیں۔ پہلے لوگوں نے اس وجہ سے نقصان اٹھایا کہ انہوں نے مجرموں کو سزائیں نہ دیں اور یہ خیال کر لیا کہ مسلمانوں میں فساد نہ ہو۔ حالانکہ سزا دینا فساد پیدا کرنا نہیں بلکہ فساد کو مٹانے کا ایک ذریعہ ہے۔ پھر باقی جماعت کا بھی کام ہے کہ وہ ایسے مواقع پر متحد ہو جایا کرے اور کسی کو فساد پھیلانے نہ دے۔ اصل میں سارے کام جماعت کے ہوتے ہیں اکیلا آدمی کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اگر حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں تمام مدینہ والے فتنہ پھیلانے والوں کے مقابلہ میں کھڑے ہو جاتے تو کسی کی جرأت نہیں تھی کہ وہ حضرت عثمانؓ پر حملہ کر سکتا۔ انہیں یہ جرأت اسی لیے ہوئی کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت عثمانؓ اُس وقت اکیلے ہیں اور کوئی اُن کی مدد نہیں کر رہا۔ لوگ یہ تو بحثیں کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کا کیا قصور تھا کہ اُن کے زمانہ میں یہ فسادات ہوئے؟ مگر یہ کبھی بحث نہیں کرتے کہ مصر کے مسلمانوں کا کیا قصور تھا، کوفہ کے مسلمانوں کا کیا قصور تھا، بصرہ کے مسلمانوں کا کیا قصور تھا، مدینہ کے مسلمانوں کا کیا قصور تھا؟ حالانکہ اصل سوال جس پر بحث ہونی چاہیے وہ یہی ہے۔ اگر اُس وقت سارے کے سارے مسلمان فتنہ پردازوں کے مقابلہ میں کھڑے ہو جاتے تو کیا مروان یا عبداللہ بن سبا کی مجال تھی کہ وہ فتنہ پھیلا سکتے؟ پس اس جھگڑے کا اصل حل یہی ہے کہ یہ ساروں کا قصور تھا۔ اگر وہ سب کے سب مل جاتے تو کسی کو جرأت نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ کوئی فتنہ پیدا کر سکتا۔

دیکھ لو حضرت خلیفہ اوّل کی وفات پر مولوی محمد علی صاحب نے ایک بڑا فتنہ کھڑا کیا۔ وہ جماعت میں بڑا اثر اور رسوخ رکھنے والے تھے مگر ہماری جماعت نے اُن کے مقابلہ میں ایسا اتحاد رکھا کہ وہ کچھ بھی نہ کر سکے۔ اور پھر تو ایسی حالت ہو گئی کہ یا تو ایک زمانہ میں انہوں نے یہ کہا تھا کہ اٹھانوے فیصدی جماعت ہمارے ساتھ ہے اور دو فیصدی اِن کے ساتھ اور یا پھر انہوں نے کہا کہ میرے ساتھ تو صرف دو فیصدی جماعت ہے اٹھانوے فیصدی جماعت مرزا محمود احمد کے ساتھ ہے۔

بلکہ واقع یہ ہے کہ اگر غیر مبائعین کی تعداد صحیح طور پر معلوم کی جائے تو وہ دو فیصدی بھی نہیں بنیں گے اِس سے کم ہی ہوں گے۔

ایک دفعہ ایک غیر احمدی رئیس جو راولپنڈی کے رہنے والے ہیں مجھ سے ملنے کے لیے آئے۔ انہیں لوگ عام طور پر احمدی کہتے تھے۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ کو لوگ احمدی کہتے ہیں کیا یہ بات ٹھیک ہے؟ وہ کہنے لگے ایک لحاظ سے تو یہ بات ٹھیک ہے لیکن ایک لحاظ سے غلط ہے۔ غلط اِس لحاظ سے ہے کہ میں نے بیعت نہیں کی اور صحیح اِس لحاظ سے ہے کہ میری بیوی غیر مبائعین میں سے ہے اور اُس کی وجہ سے لوگ مجھے بھی احمدی کہہ دیتے ہیں۔ پھر کہنے لگے میں ایک دفعہ مولوی محمد علی صاحب کی بیعت کرنے کے لیے لاہور گیا مگر جب میں ان کے مرکز میں پہنچا تو وہ مجھے بالکل اُجاڑ نظر آیا۔ میں نے کہا ایسی اُجاڑ جگہ میں مَیں نے بیعت کیا کرنی ہے۔ چنانچہ بغیر بیعت کیے میں واپس آ گیا۔ پس اس لحاظ سے کہ میں نے بیعت نہیں کی میں احمدی نہیں لیکن اِس لحاظ سے کہ میری بیوی احمدی ہے اور اس کا مجھ پر اثر ہے میں بھی احمدی ہوں اور احمدی دوستوں کی خدمت کا مجھے ہمیشہ خیال رہتا ہے"۔ (الفضل 14 ستمبر 1958ء)

1: النور: 22

2: ابو داؤد کتاب الجهاد۔ باب فی تعلیق الْاَجْرَاس

3: تذکرہ صفحہ 446۔ ایڈیشن چہارم